05 Jun,2009

طالبان کس کے پیدا کردہ ہیں؟ علمائے سُو یا ایجنسیاں

کیا ہم سچ سُن کر برداشت کر سکتے ہیں؟؟ کیا طالبان جیسے جاہلوں کو ہم نے ہیرو بنایا ہے؟

”نہیں جناب ریاست اس مسخرے پن کے ساتھ نہیں چلتی۔ ایک جماعت وہابیوں کی، ایک ایک دیو بندیوں، بریلویوں اور شیعوں کی۔ اللہ کی کتاب کہتی ہے: ہم نے تمہارا نام مسلم رکھا۔ ہمارا جواب یہ ہے: جی نہیں، مسلمان نہیں ہم بریلوی، دیو بندی، شیعہ اور اہل حدیث ہیں۔ عام مسلمان تو بے شک روادار ہیں مگر فرقہ پرست مولوی کا تمام تر انحصار ہی نفرت کے فروغ پر ہے۔

ادھر ایک دوسرا عذاب ہے، کبھی روس اور کبھی امریکہ کے لئے کورس گانے والے۔ عدالتی فیصلہ سر آنکھوں پر۔ ججوں نے چھان پھٹک لیا ہوگا۔ یقیناً انہوں نے انصاف کیا ہوگا لیکن سوال دوسرا ہے۔ اگر حافظ محمد سعید جیسے موجودہ ابتلا کے ذمہ دار نہیں تو اور کون ہے؟ جی چاہتا ہے آدمی اپنا گریبان چاک کر دے۔ پاکستانی ریاست کے چلانے والوں نے پے در پے ایسی ہولناک غیر ذمہ داریوں کا ارتکاب کیا کہ خدا کی پناہ۔ جہاد کے نام پر فرقہ پرستوں کے لشکر بنائے گئے اور ان کی قیادت غیر ذمہ دار، غیر تربیت یافتہ لوگوں کو سونپ دی گئی۔ دولت شہرت اور اختیارات۔ اگر وہ آپے سے باہر نہ ہوتے تو کیا ہوتے۔ سیاسی حرکیات اور تاریخی شعور سے بے بہرہ لوگ۔ جب فوج سیاست کے فیصلے کرے گی تو ایسے ہی کرے گی۔ جب سیاستدان امریکہ سے پوچھ کر بروئے کار آئیں گے تو اسی طرح بروئے کار آئیں گے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے سچ کہا تھا کہ ریاست جہاد کی ذمہ داری قبول کرے، خود اعلان جنگ کرے۔ حکومت پاکستان ملوث رہی مگر چوروں کی طرح۔ جہاد جیسا جلیل فیصلہ اور جھوٹ کے ساتھ؟ نجات سچ میں ہے جھوٹ میں نہیں۔ جھوٹ میں ہلاکت ہے۔ آدمی خود کو دھوکہ دیتا ہے دوسروں کو نہیں۔ پیہم حماقتیں کرتے ہوئے ہم وہاں آ گئے جہاں خانہ جنگی ہے اور معیشت برباد۔

تعصب کا یہ عالم ہے کہ مذہبی لوگ قاتلوں (طالبان) کی مذمت کرنے میں حائل ہیں۔ نام نہاد ترقی پسند چیخ رہے ہیں مار ڈالو، ہر داڑھی والے کو مار ڈالو۔ مصیبت میں گھبراہٹ اور ہیجان کا مطلب ہوتا ہے، مزید مصائب، مزید مشکلات، ڈھلوان کا سفر۔ نجات کا راستہ اعتدال کا راستہ ہے۔ قانون کی حکمرانی کا، اداروں کا قیام اور جمہوریت کا فروغ۔

یہ جو مولوی حضرات کے بے قابو گروہ ہیں، بخدا یہ اسلام نہیں چاہتے۔ صرف اقتدار چاہتے ہیں۔ رسوخ اور شہرت، ریاست کے اندر ریاست فساد فی الارض۔ اسلام چاہتے تو اُمت کو متحد کرتے، متفرق نہیں۔ اگر وہ اسلام چاہتے تو عالی جناب ﷺ کی راہ چلتے۔ عالی مرتبت ﷺ کا راستہ دلیل کا راستہ ہے، انس، الفت، ایثار، خیر خواہی اور رواداری۔ طاقت سے نہیں، حسنِ کردار کی مشعل سے اُنہوں نے چراغاں کیا تھا۔ صبر اور حکمت سے وہ بے خبروں اور سرکشوں کو اللہ کی دہلیز پر لے گئے تھے۔ محمد ﷺ قرض لے کر غیر مسلموں کی ضیافت کرتے۔ انہیں مسجد میں قیام کی اجازت دیتے۔ خواتین بے تکلفی سے چلی آتی

تھیں۔ گاہے ان میں سے کوئی اپنے شوہر کی شکایت کرتی اور اسے طلب کیا جاتا۔ مٹی کے بنے اس چھوٹے سے کمرے میں سے تنہا نکل کر گلی میں وہ پیدل چلتے اور بچوں سے باتیں کیا کرتے۔ راہ گیر انہیں روک لیتے۔ ان کے اصحاب میں فکر و نظر کا اختلاف ہوتا۔ اللہ اور رسول ﷺ کے وہ اطاعت گزار تھے اور سچے دِل سے مگر ایک لشکری کی مانند نہیں بلکہ طالب علموں کی طرح۔ غور و فکر کرنے والے۔ پیہم سوال کرنے والے۔ سیدنا ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پریشان، تہبند کا ایک کونا قدرے اوپر اُٹھا ہوا۔ عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ عمرؓ سے میں نے معذرت کی ہے وہ قبول نہیں کرتے۔ خطاب کے جلیل القدر فرزند نے ایک بار یہ کہا تھا، ہم کیا تھے یہ اسلام تھا جس نے ہمیں عزت بخشی۔ اپنی صاحبزادی سے برہم ہوئے تھے کہ بے شک تم اُمہات المومنین میں سے ایک ہو مگر تمہاری مجال کیا کہ عائشہ صدیقہؓ کی ہمسری کرو۔ وہ ابوبکرؓ کی لخت جگر ہیں۔ انہیں حکم دیا جاتا تو اطاعت کے سوا کیا کرتے مگر آپ ﷺ نے کہا تو یہ کہا ''کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ لوگ ابوبکرؓ کو میرے لیے معاف کردیں''۔ جسے حکم کا اختیار اللہ نے دیا تھا، اس کا عالم تو یہ تھا کہ پیہم اور دائم صبر و تحمل۔ دائم سچائی مگر دائم صبر کے ساتھ، حکمت اور حسن اخلاق کے ساتھ۔

ہمارے مجاہدین کیا ہیں؟ غضب کے پیکر۔ حضرت مولانا صوفی محمد ہی کا علم واجبی نہیں، ان سب کا (یہی حال ہے)۔ فرقہ پرستی کے مارے۔ کیا ان میں ایک بھی ہے جو بے گناہ مسلمانوں کے قتل کی دِل سے مذمت کرے۔ وہ کہتے ہیں، امریکہ سفاک ہے۔ جی ہاں سفاک ہے۔ بھارت سازشی۔ جی ہاں سازشی۔ کابل میں روس اور پھر امریکہ کے درآنے سے طوفان جاگا۔ بالکل بجا ارشاد، مگر اس کا مطلب یہ کیسے ہوا کہ لوگ اپنے گروہ بنالیں اور بے گناہ انسانوں کو قتل کرتے پھریں۔ سکھوں سے وہ جزیہ وصول کریں بلکہ مسلمانوں سے بھی۔ سینکڑوں واقعات ہیں کہ طالبان نے جبراً شادیاں کیں۔ بچوں کو اُٹھا کرلے جاتے ہیں۔ لاہور، اسلام آباد اور پشاور کے خودکش حملے الگ، کیا کسی کو حق تھا کہ نیویارک کے بے گناہ شہریوں کو زندہ جلادے۔ حد ہوگئی، کوئی پورا سچ بولنے والا نہیں۔ کوئی نہیں کہتا کہ فسادیوں کے یہ گروہ ملک کو برباد کردیں گے، وہ دشمن کے مددگار ہیں۔ منشیات وہ بیچتے ہیں، بھتہ وہ لیتے ہیں۔ امریکہ دشمن ہے مگر وہ بھی تو دشمن ہیں۔

فوجی حکمران مجرم تھے، عام فوجی تو نہیں۔ جاں باز مقتل میں کھڑے ہیں۔ آج پشت پناہی کرنی چاہیے یا مذمت۔ باتیں بہت کڑوی ہیں مگر اتنی ہی سچی۔ سفید جھوٹ ہے کہ سوات میں فوج شہریوں کو دانستہ قتل کرتی ہے، کیوں کرے گی۔ اپنے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے؟ اہل سوات کی اذیت پہ دِل دُکھتا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ غنڈوں کو انہوں نے گوارا کرلیا۔ ریاست ذمہ دار تھی مگر عام شہری بھی۔ رہے بدکردار سیاستدان تو ان کا وقت قریب آلگا۔

دانا آدمی وہ ہوتا ہے اور دانا قوم وہ ہے جو مصیبت اور بحران میں اعصاب پہ قابو رکھے۔ غور و فکر سے کام لے۔ تدبر اور تفکر، ہیجان اور چیخ و پکار نہیں۔ ان لوگوں پر خدا رحم کرے جو آج بھی سستی مقبولیت کی تمنا میں ریاکار ہیں، جو آج بھی تعصبات کے ساتھ آسودہ۔ مذہبی جنونی ریاست کو مانتے ہی نہیں اور ریاست تو بہرحال بچانی ہے کہ امن ریاست میں ہی ممکن ہوتا ہے، ورنہ

خانہ جنگی، ورنہ انارکی، ورنہ خاکم بدہن وطن خونخوار وطن دشمن کے لئے تر نوالہ۔ پاکستان کمزور نہیں، انتشار اسے کمزور کرتا ہے۔ اسے متحد کرنا ہے اور اتحاد اصولوں پر ہوتا ہے۔فسادی گروہوں سے نجات، طاقتوروں کی من مانی سے نجات۔آئین کی حکمرانی جناب آئین کی حکمرانی۔مکالمہ،حضور مکالمہ اور غور وفکر۔

بزرگوار کا ارشاد ہے کہ میں سیخ پا نہ ہوں اور انہیں معاف کر دوں۔اللہ کا شکر ہے کہ میں بالکل آسودہ ہوں۔میں نے انہیں معاف کیا۔مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو معاف کریں۔آدمی کی عزت کا انحصار اس کی روش پر ہوتا ہے۔''

(حوالہ: روزنامہ جنگ آن لائن، مورخہ 5 جون، 2009، ادارتی صفحہ، کالم بعنوان.....ناتمام....... ہاورن الرشید)

جناب ہارون الرشید نے طالبان کے بارے میں ایک بار پھر یہ کالم لکھا ہے۔ یہ وہ تبدیلی ہے جو ہمارے ملک کے دانشوروں میں حالات و واقعات کو دیکھنے کے بعد آرہی ہے۔ہم اس حق گوئی اور بے باکی پر جناب ہارون الرشید کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔اس سے پہلے بھی وہ اپنے 11 مئی 2009 کے کالم ''جہاد نہیں یہ جنون ہے'' میں طالبان کے چہرے سے پردہ ہٹا چکے ہیں کہ کس طرح کی قبیح حرکتوں میں ملوث ہیں اور اُن کا ذاتی عظمت بلند کرنے کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں۔

انجمن سرفروشانِ اسلام کے بانی وسرپرست <u>جناب حضرت ریاض احمد گوہر شاہی صدر پاکستان کے نام اپنے کھلے خط میں تقریباً یہی باتیں آج سے آٹھ سال قبل فرما چکے ہیں</u>۔انجمن سرفروشانِ اسلام کے عالمی امیر جناب پرویز اختر گوہر شاہی کئی مرتبہ ان کے بارے میں حکومت کو مشورہ دے چکے ہیں۔ وہ بہت پہلے کہہ چکے ہیں کہ یہ نام نہاد طالبان نہ تو مسلمان ہیں اور نہ ہی پاکستانی ان سے آہنی ہاتھ سے نمٹا جائے۔اور یہ بھی بارہا فرمایا ہے کہ ان کا مقصد اسلام آباد پر قبضہ کرنا اور مزارات کو ڈھانا ہے اور اپنی دانست میں ملک کو مشرکوں سے پاک کرنا ہے۔اگر حکومت نے اس نصیحت پر عمل کیا ہوتا تو آج صورتحال اس قدر سنگین نہ ہوتی۔مگر دیر آئید درست آئید۔حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ اب ہمارے ملک کا دانشور طبقہ ملائیت کو سمجھنے لگا ہے کہ ان کا کام قوم کو فرقوں میں بانٹنا ہے۔اپنے حلوے مانڈے کیلئے ان کو تقسیم در تقسیم کرنا ہے۔

اب ہمارے عوام وخواص کی آنکھوں سے یہ پردہ ہٹ رہا ہے اور وہ نام نہاد طالبان کے اصل چہرے کو دیکھنے لگے ہیں۔ یہ سب ہو چکا ہے۔ یہ سب وہی باتیں ہیں جو انجمن سرفروشانِ اسلام، انٹرنیشنل اپنے ہر فورم پر کہتی رہی لیکن لوگ اس پر یقین کرنے سے پس وپیش کرتے رہے۔ <u>جو کچھ ماضی میں ہو گیا اُس کا ازالہ اس طرح سے ہوسکتا ہے کہ ابھی جو کرنا چاہیے وہ بلا تاخیر کیا جائے</u>۔انجمن نے جہاں ان فرقہ واریت پھیلانے والے انتہا پسندوں کی مذمت کی وہیں حکومت کو مشورہ بھی دیا کہ پاکستان تب امن کا گہوارہ بن سکتا ہے جب اس میں <u>اولیاء اللہ کی تعلیمات کو فروغ دیا جائے</u>۔سرکاری طور پر اس کی سرپرستی کی جائے۔ اور اہم بات یہ ہے کہ <u>طالبان کے ہم خیال سرکاری ملازمین پر کڑی نظر رکھی جائے</u> جو اُن کے ایجنڈے کو پروموٹ کر رہے ہیں۔سرکاری وسائل کا ناجائز استعمال اور ہر شعبہ میں اپنے مسلک کے لوگوں کو ہر جائز وناجائز کام میں مدد دینا جن کا وطیرہ ہے۔

انجمن سرفروشانِ اسلام، انٹرنیشنل